Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

روشِ ندیم کی شعری بصیرت اور آشوبِ عصر

RAVISH NADEEM'S POETIC INSIGHT AND TURBULENT TIMES

ڈاکٹر فرح عابد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج برائے خواتین عید گاہ روڈ فیصل آباد

ڈاکٹر حنا توصیف

وزٹینگ لیکچرار، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج برائے خواتین عید گاہ روڈ فیصل آباد

ڈاکٹر محمد ریاض احمد (ریاض)

وزٹینگ، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Dr. Farah Abid
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. Islamia Graduate College for Women, Eid Gah Road, Faisalabad.

Dr. Hina Tosief
Visiting Lecturer, Department of Urdu, Govt. Islamia Graduate College for Women, Eid Gah Road, Faisalabad.

Dr. Muhammad Riaz Ahmad (Riaz)
Visiting, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

ISSN
eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

CC BY

Copyright: © 2024 by the authors. This is an article open access distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:
In the last few decades, the poets who have played an important role in harmonizing the poem with contemporary sensibilities and contemporary themes, Ravish Nadeem is the foremost among them. In the poems written on the collective indifference and selfishness of the society, there is an expression of hateful reaction. His poetry covers social problems, historical awareness and understanding of contemporary issues emerges as a new sensory experience for him. In Ravish Nadeem's poems, moral degradation, economic instability and the growing coldness of elites and ruling forces are targeted for criticism.

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

اَسّی کی دہائی کے بعد کے شعراء نے نئی نظم کے اسلوب اور متن کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے نظم میں نت نئے تجربات کیے۔ اس دور میں نثری نظم کو فروغ ملا۔ جدید شعراء نے قومی اور بین الاقوامی واقعات کو نظم کا حصہ بنایا ساتھ ہی روزمرہ کے معمولی واقعات کو بھی اپنے تخیلاتی آہنگ کے ساتھ باہم آمیز کر کے پیکر سازی اور تصویر سازی کے کامیاب تجربات کیے۔ بین الاقوامی رزمیہ واقعات، عالمی صارفی معاشرے کا قیام، گلوبلائزیشن، دہشت گردی، بیرونی جارحیت اور وجودی کرب جدید نظم کے موضوعاتی دائرہ کار ہیں۔ ان موضوعات کی ترسیل کے لیے جدید نظم میں علامات، تمثال، تجریدیت، تلازمۂ خیال اور استعاراتی طرزِ اظہار کو وسیلہ بنایا گیا۔

گزشتہ چند دہائیوں سے جن شعراء نے نظم کو معاصر رجحانات اور عصری موضوعات سے ہم آہنگ کرنے میں اہم کردار ادا کیا اُن میں روش ندیم کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ تخیلاتی پرواز، لسانی و موضوعاتی تنوع اور سماجی عدم انصاف کے خلاف انتہا پسندانہ رویے کی بدولت ان کی نظم معاصر شاعری میں ممتاز نظر آتی ہے۔ وہ معاشرے میں ہونے والے جبر واستحصال کی تصویر ظالم و مظلوم ہر دو زاویوں سے پیش کرتے ہیں۔ معاشرے کی اجتماعی بے حسی اور خود غرضی پر لکھی جانے والی نظموں میں نفرت سے بھرپور ردِ عمل کا اظہار ملتا ہے۔ برسرِ اقتدار قوتوں کا مظلوم عوام کا تمسخر اُڑانا اور ان کی مجبوریوں سے قطع نظر اُن کو تضحیک کا نشانہ بنانا عمومی رویہ ہے۔ نظم ''مکھیوں کو ناشتے میں ڈائنوسار کیوں دیتے ہو؟'' مکالماتی انداز میں لکھی گئی مختصر سی نظم ہے۔ مذکورہ نظم کے ابتدائی چند مصرعے استحصالی قوتوں کے خلاف ردِ عمل کا واضح اظہار یہ ہیں:

ہم ہر روز بھوک اور ذلت کی میخوں پر
چوتر گھسٹنے پر مجبور کیے جاتے ہیں
ہم تاریخ کی کروٹ کا انتظار نہیں کر سکتے
ہم ہر چیز جلا کر راکھ کر دیں گے۔۔۔(۱)

روش ندیم نے بعض معاشرتی رویوں اور مقتدر افراد کے رعونت بھرے طرزِ عمل کو ہدف تنقید بناتے ہوئے مزاحمتی رویہ اختیار کیا ہے۔ جاگیردارانہ نظام کے ساتھ ساتھ سرمایہ دارانہ نظام کو جس طرح گزشتہ چند عشروں میں تقویت دی گئی اس سے عوام میں مزاحمت اور نفرت کے جذبات میں کسی قدر اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ نظم ''درد کی شعریات۔ا'' میں شاعر سماجی رویوں پر شدید تنقید کرتا ہے۔

چوبیس گھنٹوں کی ذلت اور اٹھارہ گھنٹوں کی مشقت کے عوض

چند روپوں کی بھیک میری جیب میں ڈالتا ہے

جو حکمرانوں کے زیر جاموں کی قیمت بھی نہیں

یہ مجھے دولے شاہ کا چوہا بننے پر مجبور کرتا ہے (۲)

۸۰ کی دہائی کے بعد اُردو نظم میں حیواناتی تماثیل اور علامات کو خصوصی اعتبار سے برتا گیا۔ یہ نظمیں براہِ راست جنگل کے ماحول اور جانوروں سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ درپردہ علامتی اور تمثیلی انداز میں طاقتور اور کمزور کے مابین ٹکراؤ، خیر و شر کے درمیان جاری کشمکش اور سیاسی و سماجی مسائل کی نشاندہی کے لیے لکھی گئی ہیں۔ ''بچھڑے کے پجاری''، ''مکھیوں کو ناشتے میں ڈائنوسار۔۔۔''، ''ایک خط۔۔۔ پرندوں کے نام'' اور ''گٹر کے ایک انقلابی کیڑے کا ترانہ'' اسی نوعیت کی نظمیں ہیں۔ پرندوں کے ساتھ مکالمہ کرتے ہوئے شاعر عہد حاضر کے انسان کی ترجیحات واضح کرتا ہے نیز نظم میں ڈارون کی تھیوری ''بندر کی ارتقائی شکل انسان ہے'' کو بھی خوبصورتی سے نبھایا گیا ہے:

سنو یارو!

ابھی کل تک

یہی انسان ہرے پیڑوں کی شاخوں پر

اچھلتا کودتا جیون بتاتا تھا

مگر جب اس نے اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہونے کا فن سیکھا

تو اپنے ہاتھ میں کلہاڑیاں لے لیں

سنا ہے

اب وہ اپنے معبدوں کو کاٹ کر بندوق کے دستے بناتا ہے (۳)

انسان کی بے وقعتی، کم مائیگی، عدم تکمیلیت اور عدم اطمینان کا احساس دراصل روش کی نظموں میں دہشت اور تشدد کی فضا ہموار کرنے کا بڑا محرک ہے۔ وہ بین الاقوامی رزمیہ واقعات اور عسکری جارحیت کے ساتھ ساتھ قومی سانحات کا تذکرہ کرتے ہوئے خوف اور تشدد کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ انھوں نے جلال آباد، ناگاساکی، ہیروشیما، کابل، ابوغریب، غزہ، فلسطین اور لیاقت باغ جیسے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

سانحات کو علامتی اور علامتی پیرائے میں نظم کا حصہ بنایا ہے۔ اس منظر کی تکمیل کے لیے انہوں نے انسانی احساسات و جذبات کی تجسیم کر کے بعض مجرد کیفیات کو بطور کردار پیش کیا ہے۔ نظم ''بے بسی احتجاج کر سکتی ہے'' میں طاقت کی تجسیم کرتے ہوئے احتجاج کا دلکش انداز اپنایا ہے:

طاقت کھیلتی ہے
ابو غریب کے بے گناہ قیدیوں کے ساتھ
فلسطین کے معصوم لڑکوں کے ساتھ
لیاقت باغ میں نعرے لگاتے لوگوں کے ساتھ (۴)

اسی نوعیت کی ایک اور نظم ''شہر مسلسل کھانس رہا ہے'' میں شہر کا کردار وسیع تر معنوں میں سامنے آتا ہے۔ ایک فرد کی صورت میں معاشرے کے اجتماعی دکھوں اور بے بسی کی تصویر دکھاتا ہے۔ کھانستے ہوئے شہر کو مالخولیا کی مریضہ ایک ڈائن نے فریزر میں رکھا ہوا ہے اور وہ اُسے رکھ کر بالکل فراموش کر بیٹھی ہے۔ طارق ہاشمی اس نظم کی فکری توضیح پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

''یہاں فریزر پورے سماج کے نظام کے منجمد ہونے کی علامت ہے اور ڈائن معاشرے کے وہ ساحر و ستم گار ہے جو کسی طرف سے نئی سوچ کی حدت کو شہر میں نہیں در آنے دیتے۔''(۵)

عصری مسائل کی نشاندہی اور ذہنی خلفشار کے اظہار کے لیے روش ندیم نے ''انامیکا'' کے کردار کو تخلیق کیا ہے۔ اس کردار کے ذریعے وہ تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ ''پرانے روزنامچے میں اونگھتے دن''، ''غارِ ثور سے کائنات کا نظارا''، ''تم نہیں تھے جسے دفنایا گیا''، ''ادھورے خواب کا نوحہ'' اور ''سوچوں کے ہینگر پر ٹنگی آنکھیں'' ان تمام نظموں میں انامیکا کے کردار کے ساتھ مکالماتی انداز میں اور کہیں کہیں خود کلامی کے انداز میں مخاطب ہوتے ہیں۔

عصری مسائل کی نشاندہی اور دینی خلفشار کے اظہار کے لیے نئی نظم میں کردار نگاری کو خصوصی اعتبار سے برتا گیا ہے۔ روش ندیم نے اپنی منظومات میں فرد کو درپیش سماجی وسیاسی مسائل کے اظہار کے لیے جاندار کردار تخلیق کیے ہیں۔ ان کرداروں میں زمیں گل خان، سدھارتھ، تاجی، ارشد اور خاص طور پر انامیکا کا کردار قابلِ توجہ ہے۔ ان کرداروں کے ذریعے وہ تاریخ کو کھنگالتے

ہیں اور اپنا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ بعض جگہوں پر مکالماتی اور بیانیہ انداز اپناتے ہوئے نامعقول اور فرسودہ معیارات پر کاری ضربیں لگاتے ہیں۔ خود کلامی کی طرز پر لکھی گئی ان نظموں میں سوالات کی بہتات ہے۔

روش ندیم کی نظمیں انسان اور اس کے متعلقات کے گرد گھومتی ہیں۔ ان نظموں کا خمیر تاریخ کے ساتھ ساتھ لمحۂ موجود پر بھی رکھا گیا ہے۔ ان نظموں میں بغاوت کا اعلان کرتے ہوئے ایسے انسان کی جھلک دکھائی گئی ہے جو اپنی مرضی و منشا کے مطابق اپنی زندگی نہیں گزار سکتا۔ سماج کی دیواریں قدم قدم پر اس کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ یہ نظمیں ہر اس ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند کرتی دکھائی دیتی ہیں جس سے انسان برسرِپیکار ہے۔ نظم ”درد کی شعریات ۲“ میں شاعر سماجی عدم استحکام کی وجہ سے اشرافیہ اور حکمران طبقات کو اپنا احتجاج ریکارڈ کرتے ہوئے کہتا ہے:

لوگوں نے ٹیکسوں کے خوف سے موتنا بھی چھوڑ دیا ہے
تتلیوں نے اجتماعی خود کشی کر لی ہے
اور پھولوں پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں
تم سے شہر کے گٹر تک سنبھالے نہیں جاتے
ملک میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے
کیا تم یہ بھی بھول گئے
کہ پچھلے دنگوں میں مجھے سات مرتبہ قتل کیا گیا
اور گیارہ دفعہ میری سوچ لوٹنے کی کوشش کی گئیں
مگر تم نے ایف آئی آر تک نہیں کاٹی (6)

روش ندیم نے اپنی بعض منظومات میں نظم کو متحرک مان کر اور اس کی تجسیم کر کے اسے بطور کردار پیش کیا ہے۔ نظم کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور اس کے دائرہ عمل کا تعین کرنا ایک منفرد تجربہ بن کر سامنے آیا ہے۔ وہ نظم کے ساتھ پچیس سالہ رفاقت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو متحرک اور ارتقاء پذیر کردار کے طور پر تخلیق کرتے ہیں۔ نظم کے دائرہ کار اور موضوعاتی تنوع سے متعلق ایک نظم کے چند مصرعے دیکھیے:

نظم آپ کو کہیں بھی مل سکتی ہے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

مسجد کی سیڑھیوں پر، گھر سے بھاگنے والی لڑکی کے بیگ میں
پبلک لیٹرینوں کی دیواروں پر، خودکشی کرنے والے کی جیب میں
نظم کو آپ کہیں بھی لے جاسکتے ہیں
کسی مزار پر، کسی گرجے کے پچھواڑے، جواخانے میں
سبزی منڈی کے گوداموں میں، کال کوٹھری میں
نظم کو کوئی بھی چھو سکتا ہے
اس کی رانوں پر اس کے کولہوں پر، اس کے پاؤں کے ناخنوں پر (7)

روش ندیم نے سماجی مسائل، معاشی استحصال، دہشت گردی کے ساتھ ساتھ سماجی انتشار کی صورتِ حال کو موضوع نظم بنایا ہے۔ موجودہ فرد سکون کی تلاش میں منفی سرگرمیوں کی جانب راغب ہو رہا ہے۔ نظم "شانتی شانتی شانتی" سکون کے متلاشی فرد کا بیانیہ ہے۔ ایک ایسے فرد کا بیانیہ جس کے خواب دیکھنے پر بھی پابندی ہے۔ وہ کوئی آرزو وابستہ کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی خواب دیکھ سکتا ہے۔

ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادیبوں اور شاعروں نے انسانی قدروں کے گرتے ہوئے معیار کو بحال کرنے کے لیے اپنی تحریروں کے ذریعے خواب رائیگاں تک کا سفر اختیار کیا۔ "ڈگری"، "سوٹ اور ٹائی"، "پرانے روزناموں میں اونگھتے دن" اور "بریکنگ نیوز" جیسی نظموں میں تبدیلی کے خواب دیکھتے دانشوروں کی کم ہمتی اور بزدلی کو مختلف طریقوں سے سامنے لایا گیا ہے۔ بقول طارق ہاشمی:

> "یہ نظمیں تاریخ کے بہیمانہ طلسم میں انسان کی اسیری کا ایسا بیانیہ ہیں جن میں حزن ملال اور احتجاج تو پایا جاتا ہے مگر انقلاب کے لیے کسی سعی کا عنصر نہیں ہے۔"(8)

نظم "بے خبری کے پار کا موسم" خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحان پر لکھی گئی ہے۔ اپنے وجود سے بے زاری، عدم اطمینان، ناآسودگی، عدم برداشت، دین سے دوری جیسے عناصر خودکشی کے بڑھتے رجحان کا بڑا سبب ہیں۔ روش ندیم کی کئی ایک منظومات میں اس رجحان کو تقویت پکڑتا دیکھا گیا ہے۔ نظم "بے خبری کے پار کا موسم" میں دو کردار ہیں متکلم کردار (شاعر) اور ارشد۔ شاعر ارشد سے مخاطب ہو کر مکالماتی انداز میں اپنی اور اُس کی مشترکہ محبت "سانولے رنگ کی لڑکی" سے وابستہ یادوں کو دہرا رہا ہے۔ نظم

کے اختتام پر زندگی سے بھرپور وہ لڑکی معمولی سی بات پر ضد میں آ کر خودکشی کر لیتی ہے۔ اختتام میں مذکورہ لڑکی کی خودکشی کرنے کا واقعہ نظم کو المیاتی انجام سے دوچار کرتا ہے۔

روش ندیم کی نظموں میں بے معنی اشیا کے ساتھ ساتھ بامعنی اشیا کا تذکرہ بھی نہایت تواتر کے ساتھ نظر آتا ہے۔ شاعر جزیات نگاری سے کام لیتا ہوا ایک ماہر خاکہ نگار کی طرح چھوٹے سے چھوٹے نکتے کو بھی احاطۂ تحریر میں لاتا جاتا ہے۔ نظم ''کنارے دھوپ کے'' شاعر کی قوت متخیّلہ سے باہم آمیز ہو کر نئے معنی بناتی جاتی ہے۔ چند مصرعے دیکھیے:

دھیان کی آخری حد پر بہتا
یادوں کی ایک اجرک اوڑھے گئے جہانوں کا اک دریا
سانسوں کے سنسان سفر میں ڈوبتے دن کی کھڑکی کھولے
گیت پرانا ڈھونڈ رہا ہے
پوروں کے گرداب میں الجھا چاند کا رستہ ڈھونڈ رہا ہے
لمحہ لمحہ زینہ اُترے ڈھلتی شام کی آخری ہچکی
آنکھوں کی دہلیز پر چمکے سرد خزاؤں کی ویرانی
خوابوں کی دھندلی بستی سے جھانک رہی ہیں صدیاں کالی(9)

روش ندیم کی نظموں میں اکیسویں صدی کے انسان کی ترجیحات کا تعین ملتا ہے۔ برانڈ زدہ، فیشن پرست اور جدیدیت کے مارے ہوئے انسان کی نمائندہ یہ نظمیں روایت پسند معاشرے میں ''ٹشو پیپرز'' کی حیثیت رکھتی ہیں۔

روش ندیم کی منظومات میں ایک تواتر کے ساتھ بارودی سرنگوں، تارپیڈو، گولڈ لیف کے خالی پیکٹوں، وڈکا کی بوتلوں، جلتے ہوئے سگریٹوں، تاریخوں سے خالی کیلنڈروں، کلوننگ کے فارمولوں، ایٹمی بم، ٹارگٹ کلنگ، عالمی جنگ، بحر مردار، گمنام سپاہیوں اور خودکش حملہ آوروں کا ذکر ملتا ہے۔ وہ تاریخ کی جبریت کو رد کرتے ہوئے لمحہ موجود میں تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ طنزیہ اور کاٹ دار اسلوب اپناتے ہیں۔

وہ کئی ایک منظومات میں بگ بینگ کی تھیوری کا حوالہ دیتے ہیں۔ ایسی نظموں میں وہ نئے لسانی سانچوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ وہ مصرعوں کو چھوٹا بڑا کر کے نئی معنوی تفہیم پیدا کرتے ہیں۔ ان کی تخلیق کردہ تراکیب اور تلازمے توازن میں گندھے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

ہوئے ہیں۔ اُن کے تخلیق کردہ کردار معاشی عدم استحکام کے زیر اثر پیدا ہونے والی بیگانگی اور مغائرت کا حصہ بننے کی بجائے اُس کے تدارک کے لیے آخری دم تک مزاحمت کا رویہ اپناتے ہیں۔ اُن کی نظموں میں Defamilirization یعنی اجنبیانے کا عمل اسلوب اور فکر ہر دو سطح پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ وہ عام اور پرانے موضوعات کو اس عمدگی سے نئے قالب میں ڈھالتے ہیں کہ پڑھنے والا چونکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

1. روش ندیم، دہشت کے موسم میں لکھی نظمیں، مہر در پبلشر زریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، کوئٹہ، ۲۰۲۲ء، ص۷۸
2. ایضاً، ص۸۳
3. روش ندیم،ٹشو پیپر پر لکھی نظمیں، مہر در پبلشر زریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، کوئٹہ، ۲۰۲۲ء، ص۱۹
4. روش ندیم، دہشت کے موسم میں لکھی نظمیں، ص۷۶
5. طارق ہاشمی، جدید نظم کی تیسری جہت، شمع بکس، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء، ص۲۲۷
6. روش ندیم، دہشت کے موسم میں لکھی نظمیں، ص86
7. ایضاً، ص۶۳
8. طارق ہاشمی، اُردو نظم اور معاصر انسان، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص۲۶
9. روش ندیم،ٹشو پیپر پر لکھی نظمیں، ص31

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

Reference:

1. Ravish Nadeem, Dahshat Kay Mosam Ma Likhi Nazmain, Mehrdar Publishers Research and Publications, Quetta, 2022, P:78
2. Ibid, P:83
3. Ravish Nadeem, Tissue Paper Per Likhi Nazmain, Mehrdar Publishers Research and Publications, Quetta, 2022, P:19
4. Ravish Nadeem, Dahshat Kay Mosam Ma Likhi Nazmain, P:76
5. Tariq Hashmi, Jadeed Nazam ki Tesri Jihat, Shama Books, Faisalabad, 2014, P:227
6. Ravish Nadeem, Dahshat Kay Mosam Ma Likhi Nazmain, P:86
7. Ibid, P:63
8. Tariq Hashmi, Urdu Nazam aur Maasir Insah, Porab Academy, Islamabad, 2015, P:26
9. Ravish Nadeem, Tissue Paper Per Likhi Nazmain, P:31